ماضی کے جھروکے سے
قسط چہارم

تحریر: محمد یعقوب اختر
ترتیب: شیخ عبدالمجید احرار امرتسری

احرار اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء

جس دن مولانا عبدالرحمن مہتمم مدرسہ اشرف المدارس جلوس لیکر ڈی سی ہاؤس پہنچے تو ڈپٹی کمشنر میجر ابن حسن اور ایس پی رانا جھانداد نے مولانا عبدالرحمن اور انکے رفقاء کو گرفتار کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ اور مولانا کی خوشامد کر کے جلوس واپس لے جانے کو کہا۔ جس پر مولانا نے کہا کہ تحریک کے ڈکٹیٹر اور دیگر ذمہ دار حضرات جامع مسجد میں ہیں ان سے ہدایات لیکر ہی کوئی فیصلہ کیا جاسکتا ہے!

چنانچہ مولانا نے شرکاء جلوس میں سے دو معتمد رفقاء کو جامع مسجد بھیجا انہوں نے مولانا تاج محمود کو پیدا شدہ صورت حال سے آگاہ کیا۔ مولانا تاج محمود نے فوراً مولانا محمد یعقوب نورانی اور دیگر رفقاء سے مشاورت کی اور فیصلہ کے مطابق مجھے تین دیگر دوستوں کی معیت میں ڈی۔ سی سے موقع پر گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔

میں نے جلوس کی موجودگی میں ڈپٹی کمشنر اور ایس پی سے بات کی۔ لیکن وہ بار بار جیل میں جگہ نہ ہونے اور راشن کی قلت کا عذر کر کے ملتجی تھے کہ کس طرح جلوس واپس لے جایا جائے! میں نے انہیں دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا کہ جلوس ہم کسی صورت بھی واپس نہیں لے جاسکتے کیونکہ ہم تو مطالبات منوانے کے لئے یہ راست اقدام کر رہے ہیں اور اگر حکومت مجبور ہو چکی ہے یا دیوالیہ ہو چکی ہے تو ہم آپکی یہ مدد کر سکتے ہیں کہ جبتک آپ کے پاس راشن نہیں آتا ہم جیل میں کھانے کا اپنا بندوبست کر دیتے ہیں۔ آپ حکومت کو لوگوں کے جذبات سے آگاہ کر کے مطلبات تسلیم کرنے پر زور دیں۔ مطالبات کی منظوری کے ساتھ ہی ایجی ٹیشن خود بخود بند ہو جائے گی۔ اور حکوم کے کھاتے میں نیک نامی بھی آئے گی لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے کبھی دھمکی اور کبھی خوشامد پر اتر آتے! اس اثناء میں جلوس جذباتی رنگ اختیار کر چکا تھا اور ڈی۔ سی اور ایس پی جلوس کے گھیرے میں تھے۔ صورت حال بھانپ کر ڈی سی نے مجھے کہا آئیے اندر کوٹھی میں چل کر اطمینان سے بات کرتے ہیں! میرے چونکہ وارنٹ جاری ہو چکے تھے! اس لئے میں انکے دھوکے میں نہ آیا اور کہا کہ جو بات ہو گی جلوس کی موجودگی میں یہیں ہو گی۔ اور مولانا عبدالرحمن کو اشارہ دیا کہ جلوس کو جیل کی طرف لے جائیں اور ڈی سی کو بھی ساتھ لے جائیں! میں مزید مشورہ کرنے کا بہانہ کر کے واپس آگیا۔ جلوس وہاں سے ڈپٹی کمشنر کو زبردستی اپنے ہمراہ لیکر جیل کی طرف چل دیا۔ راستہ میں بارش کے پانی اور کیچڑ نے ڈپٹی کمشنر کے سفید پینٹ اور قمیض نیز چہرے کو لت پت کر کے اسکا حلیہ بگاڑ دیا۔ جس سے وہ مشتعل ہو کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اور تشدد پر اتر آیا۔ شمع رسالت کے پچاس ساٹھ پروانوں کو گرفتار کر لیا اور

جیل کے اندر ان نہتے رضا کاروں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنوایا۔

اسی واقعہ سے آگ بگولہ ہو کر جس سے اسکا کروفر مجروح ہو گیا تھا تحریک کو کرش کرنے کا تہیہ کر لیا اور شہر کو ملٹری کے سپرد کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چونکہ میں نے اس کے رو برو بے باکانہ جوابات دیئے تھے اور اسکی کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا اس لئے مجھے گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنانے اور پھر گولی مارنے کا چنگیزی حکم بھی دے دیا اس بات کا علم مجھے جیل سے رہائی کے بعد ۵۴ء میں شیخ نصیر علی ایک پولیس آفیسر سے ہوا۔ جو ان دنوں لائل پور میں تعینات تھے!

مفتی محمد یونس صاحب کا خط بنام مولانا تاج محمود

اسی دوران لائل پور کا ایک کپڑے کا تاجر کراچی سے میاں محمد عالم بٹالوی کا ایک خط مولانا تاج محمود کے نام لایا جس میں میاں محمد عالم بٹالوی نے مفتی محمد یونس صاحب کی طرف سے تحریر کیا تھا کہ کراچی میں اعلیٰ قیادت کے پابند سلاسل ہوجانے کی وجہ سے تحریک ابتدائی دنوں میں خوب جوش و خروش دکھانے کے بعد دم توڑ چکی ہے۔

پاکستان کا دارالحکومت ہونے کی وجہ سے غیر ملکی سفراء بھی اسی شہر میں ہیں۔ اس لئے کراچی میں کام کرنے کی بہت ضرورت اور اہمیت ہے۔ اس لئے محمد یعقوب اور دیگر دو ایک ساتھیوں کو فوری طور پر کراچی بھیج دیا جائے تاکہ یہاں تحریک کو نئے سرے سے منظم کر کے کام شروع کیا جائے۔ مولانا تاج محمود کسی صورت میں مجھے لائل پور سے بھیجنا نہیں چاہتے تھے اسی لئے مجھے وارنٹ کے باوجود گرفتار نہ ہونے دیا جا رہا تھا۔

خواجہ جمال الدین بٹ امرتسری کا "بٹ موٹر ورکس" ضلع کچہری کے سامنے تھا۔ جہاں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، آغا شورش کاشمیری، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دیگر اکابرین احرار اکثر آتے رہتے تھے۔ خواجہ جمال الدین بٹ مرحوم مجلس احرار اسلام لائل پور کے صدر تھے اور شہر میں انکی سیاسی حیثیت نمایاں تھی۔ اگرچہ وہ مقرر نہ تھے لیکن مجلس احرار کے تمام پروگراموں میں خاموش اور مستقل مزاجی سے منہمک رہتے۔ انہیں ۳ مارچ ۵۳ء کو سیفٹی ایکٹ دفعہ ۳ کے تحت گرفتار کر لیا گیا حالانکہ ابھی تک مجلس عمل کے کسی بھی ذمہ دار مقامی رہنما کو اس اعزاز کا مستحق نہ سمجھا گیا تھا اس وقت تک صرف مجلس احرار ہی کے اکابر کو اس بدنام زمانہ سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا تھا۔ جس کی اپیل تھی نہ کوئی دلیل سنتا تھا۔ اسے صرف ہائی کورٹ میں رٹ کے ذریعہ ہی چیلنج کیا جا سکتا تھا۔ گورنمنٹ کی نظر میں صرف مجلس احرار اسلام ہی تحریک کی ذمہ دار اور کرتا دھرتا تھی۔ جبکہ حقیقت بھی یہی ہے۔

چار نوجوانوں کی شہادت

۷ مارچ کو راقم تا محمد عالم منہاس اور شیخ عبدالمجید امرتسری مع ایک دو دیگر ساتھیوں کے کراچی کے

لئے سالار محمد صدیق کی قیادت میں قافلہ کو گاڑی پر سوار کرا کے ریلوے اسٹیشن سے واپس لوٹ رہے تھے کہ ریلوے روڈ پر ہم نے گولی چلنے کی آواز سنی۔ ہم نے فوراً ریلوے کواٹر کی طرف واٹر ٹینک کے عقب سے ہو کر شہر کا راستہ لیا۔ تاہم معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ انجن شیڈ کے سامنے پولیس نے نہتے اور بے گناہ چار نوجوانوں کو تھری ناٹ تھری کی گولیوں سے خاک و خون میں تڑپا دیا اور لاتعداد کو زخمی کر دیا ہے!

جونہی یہ دردناک اور وحشتناک خبر لوگوں نے سنی تو پورا شہر اس ظلم و سفا کی کے خلاف مشتعل ہو گیا اور سراپا احتجاج بن گیا۔ لوگوں کا جم غفیر اسٹیشن پر لاشوں کے حصول کے لئے جمع ہو گیا۔ پولیس نے پھر مزاحمت کی لیکن شمع رسالت کے پروانوں کے آگے پولیس کی ایک نہ چل سکی۔ شدید مزاحمت کے باوجود لوگ چار لاشیں لیکر جامع مسجد آ گئے، جو رات بھر مسجد کے صحن میں رکھی رہیں۔ اگلے دن ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ دھوبی گھاٹ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ یہ منظر بھی دیدنی تھا۔ حد نظر تک انسانوں کا سر تھے۔ بے پناہ ہجوم تھا۔ ہر آنکھ اشکبار اور دل مجروح تھا۔ پولیس کے دستے جلوس کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ ذرا سی بے احتیاطی ہزاروں انسانوں کو خاک و خون میں تڑپا سکتی تھی۔ گورنمنٹ تہیہ کئے ہوئے تھی کہ ذرا موقعہ ملے تو گولی چلانے سے دریغ نہ کیا جائے ہمیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ ڈی۔ سی کے عزائم کیا ہیں۔ پولیس بھی چوکنا تھی، ہم کوئی ایسا موقع دینا نہ چاہتے تھے لیکن لوگ ختم رسالت ﷺ کے ناموس پر قربان ہو جانا سعادت دارین سمجھتے ہوئے ہر قربانی کے لئے تیار تھے۔

ان حالات میں جبکہ شہداء کے جنازے سامنے ہوں، جذبات انتہا پر ہوں، جلوس کو پر امن اور منظم رکھنا بہت مشکل تھا۔ تاہم تانگہ پر سپیکر فٹ کیا گیا اور شیخ عبدالمجید کو ذمہ داری سونپی گئی کہ انتہائی نظم و احتیاط کے ساتھ جلوس کو پر امن رکھا جائے۔ مشتعل اور سراپا احتجاج لاکھوں انسانوں کو بمشکل تمام پر امن رہنے کی اپیل پر لبیک کہنے کے لئے تیار کیا گیا۔ یوں عوام نے بھی پر امن رہ کر حکومت کا منصوبہ ناکام بنا دیا۔ شیخ عبدالمجید صاحب نے بڑی حکمت عملی سے جلوس کا ذہنی رخ احترام شہداء کی طرف موڑ دیا۔

بار بار سپیکر پر اعلان ہوتا رہا حضرات! شہداء کے جنازوں کا احترام ملحوظ رکھیں۔ ادب اور خاموشی کے ساتھ شہداء کو انکی منزل تک پہنچائیں۔ چند منٹوں کا سفر کئی گھنٹوں میں طے ہوا شہداء کو بڑے قبرستان میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کی گیا۔

چنیوٹ بازار اور جامع مسجد کے باہر فائرنگ

انتہائی شقی القلب مرزائی نواز ڈپٹی کمشنر میجر ابن حسن نے بڑی راز داری کے ساتھ فوج طلب کر لی۔ چونکہ لاہور میں مارشل لاء لگ چکا تھا اور جنرل اعظم خاں نے ابن حسن کو ایک مرزائی آفیسر کے زیر کمان فوجی دستہ بھیج دیا۔

ابھی ریلوے سٹیشن پر فائرنگ کے زخم مندمل نہیں ہوئے تھے کہ ایک رات ہم لوگ مسجد میں موجود

رضاکاروں کو آرام کرنے کی ہدایات دیکر میں اور عالم منہاس مولانا عبید اللہ احرار کے مکان اور مولانا تاج محمود اقبال فیروز کے گھر پر جاچکے تھے کہ معاً دس بجے رات کو اچانک گولی چلنے کی آواز آئی۔ اور یہ سلسلہ وقفہ وقفہ سے دس پندرہ منٹ جاری رہا۔ جس سے ہم تشویش میں مبتلا ہو کر سوچ رہے تھے کہ کہاں اور کس نے گولی چلائی ہے؟ اسی اثنا میں جامع مسجد سے ملک محمد شریف سابق صدر مسلم لیگ لائل پور جنکا مکان مسجد سے ملحق تھا، نے سپیکر پر اعلان کیا کہ چنیوٹ بازار میں پولیس نے گولی چلائی ہے اس لئے کوئی آدمی باہر نہ نکلے اور اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالے!

میں اور محمد عالم منہاس یہ روح فرسا اعلان سنکر تڑپ گئے۔ اگرچہ باہر آنے میں جان کا خطرہ تھا کسی لمحہ بھی کسی طرف سے گولی لگ سکتی تھی۔ لیکن ہم نے تو ناموس مصطفےٰ ﷺ پر قربان ہونے کا فیصلہ کر کے ہی تحریک میں حصہ لیا تھا۔ اس لئے اللہ پر بھروسہ کر کے اس پر ہیبت اور اندھیری رات میں رضائی اوڑھ کر میں اور محمد عالم منہاس کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے گلیوں کے راستے افغان چوک سے کچہری بازار میں داخل ہوئے تو کسی نے دہشت ناک آواز کے ذریعہ رکنے کو کہا لیکن ہم جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے رفیق واچ کمپنی والی گلی میں داخل ہوگئے۔ اسی دوران کسی نے گولی بھی چلادی۔ تاہم بفضل ایزدی ہم بغیر کسی نقصان کے جامع مسجد پہنچ گئے۔ مسجد کا دروازہ چونکہ رات کو بند رکھا جاتا تھا اس وقت بھی بند تھا اور پیچھے قدموں کی آواز بھی آرہی تھی۔ ڈیوٹی پر موجود رضاکار نے پہچان کر فوراً دروازہ کھول دیا اور ہم اندر داخل ہوگئے۔ دروازہ پھر مقفل کر دیا گیا۔ مسجد میں ایک اضطراری اور اضطرابی کیفیت طاری تھی اور ایک عجیب روحانی عالم تھا۔ کوئی اللہ تعالیٰ کے حضور قیام میں تھا تو کوئی سر بسجود اللہ کی حمد و ستائش میں مصروف تھا۔ کسی کے لبوں پر کلمہ طیبہ تھا اور کوئی درود شریف کے ورد میں رطب اللسان تھا ہر کوئی اپنے آقاء و مولا کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے سب سے پہلے میدان میں نکلنے کے لئے پرجوش تھا، جنہیں بڑی مشکل سے رات کے وقت روکا گیا لیکن کرفیو کی وجہ سے پولیس اور فوج شہید اور زخمی ہونے والوں کو اٹھا کر لے گئی جنکی تعداد کا علم نہ ہوسکا۔

آخری جلوس اور کرفیو:

لائل پور انتظامیہ نے مختلف ہتھکنڈوں اور ظلم و ستم کے ذریعہ پر امن تحریک کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنی غیر آئینی اور غیر اخلاقی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اور مسجد کو کسی بھی طرح خالی کرانے کی ٹھان لی۔ پولیس اور فوج دونوں کا جبر و تشدد عشق رسول ﷺ سے سرشار ناموس مصطفےٰ ﷺ پر قربان ہونے کا جذبہ عامۃ المسلمین کے دلوں سے نکال نہ سکے۔ کیونکہ تحریک کے مرکز جامع مسجد میں مجلس عمل کے مقامی راہنماؤں جو کہ مجلس احرار اسلام ہی کے کارکن تھے کی موجودگی لوگوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر رہی تھی۔ روزانہ سپیکر پر بیان ہوتا تھا اور تمام حالات سے لوگوں کو باخبر رکھا جاتا اور ایک ولولہ تازہ دیا جاتا۔

اسی لئے انتظامیہ غیر آئینی اور غیر اخلاقی ہتھکنڈوں پر اتر آئی کہ کسی بھی طرح مسجد کو خالی کرایا جائے

اور تحریک کے ذمہ دار ارکان کو گرفتار کیا جائے۔ شہر پر عملی طور پر کارکنانِ تحریک کا ہی حکم چلتا تھا اور اسکا مرکز جامع مسجد تھی۔ ہماری گرفتاری سے انتظامیہ اور پولیس اپنے آپکو بے بس پا رہی تھی۔

۷ا مارچ ۱۹۵۳ء کو آخری جلوس جو ہزاروں جاں نثارانِ ختم نبوت پر مشتمل تھا، خواجہ غلام حسین سالار مجلس احرار اسلام لائل پور کی قیادت میں نکلا۔ شہر کا جلوس کا جوش و خروش دیدنی تھا جس سے پولیس چوک گھنٹہ گھر سے امین پور بازار کی طرف دبک گئی۔ چوک گھنٹہ گھر میں تقاریر ہوئیں اور جلوس مرزائیت مردہ باد، قائد قلت مردہ باد۔ سر ظفر اللہ کو علیحدہ کرو۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دو۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی گونج میں پولیس کی طرف بڑھا ہے۔ خواجہ غلام حسین کو پولیس جیپ میں بٹھا کرنے گئی۔ اور باقی کو گرفتار کرنیکا جھانسہ دیکر نو دو گیارہ ہو گئی۔ تحریک کی روز افزوں شدت سے زچ ہو کر اپنی بے بسی اور خفت پر پردہ ڈالنے کے لئے اسی سہ پہر کو غیر معینہ مدت کے لئے کرفیو نافذ کر دیا گیا جو تین دن تک مسلسل نافذ رہا جس سے شہریوں کو اذیت ناک تکالیف سے دوچار ہونا پڑا۔ اسی دوران جامع مسجد خالی کرالی گئی۔ پہلے دن مسجد کا پانی بند کیا گیا۔ دوسرے دن بجلی کاٹ دی گئی اس سے مسجد اور عوام کا رابطہ ٹوٹ گیا۔ اور ایک رات پولیس اور فوجی جوتوں سمیت مسجد میں گھس گئے۔ مسجد میں موجود کارکنوں میں سے کچھ گرفتار کر لئے گئے اور کچھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے!

تاہم اس سے تحریک کا کام لائل پور میں عملاً بند ہو گیا۔ بعد میں وقتاً فوقتاً جلوس نکلتے رہے اور گرفتاریاں ہوتی تھیں!

میں اور محمد عالم منہاس کرفیو کے دوران ہی گورونانک پورہ اور مولانا تاج محمود چک نمبر۲۷۹ میں روپوش تھے تاہم ہمارا آپس میں رابطہ تھا۔ ملاقات ہوئی تو آئندہ کے لئے تحریک کے سلسلہ میں مختلف تجاویز پر غور کیا۔ جو مولانا کی اچانک گرفتاری کی وجہ سے روبہ عمل نہ آسکیں۔

کراچی روانگی

میں اور محمد عالم منہاس مرحوم نیز محمد شریف جالندھری نے مختلف رفقاء سے ملکر کراچی جا کر تحریک کے لئے کام کرنے کا پروگرام طے کیا۔ چنانچہ ہم تینوں ٹرکوں اور بسوں کے ذریعہ خانیوال ہوتے ہوئے ملتان پہنچے جہاں مستری رشید احمد لدھیانوی بھی آگئے اس طرح چاروں بذریعہ ٹرین کراچی چلے گئے۔ (باقی آئندہ)

قادیانیوں کے یہودیوں سے روابط اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں!
ایک تحقیقی کتاب جس کے کسی حوالہ کو کوئی مرزائی آج تک رد نہیں کرسکا۔

البو مدثرہ

قادیان سے اسرائیل تک

قیمت =/60روپے

بخاری اکیڈمی، مہربان کالونی ملتان۔